بحری بیڑے کو شکست دینا' حضرت زہیر بن صرد سعدی قائد و فد بنو ہوازن مقام جعرانہ' پر حاضر ہوئے اور نبی اکرمؐ کے سامنے تقریر کی جس میں رضاعتی رشتے کا واسطہ دے کر اپنے قیدی اور مال اسباب واپس لینے کی درخواست کی۔ اسی طرح حضرت عویمر عجلانی اور ان کی اہلیہ کے درمیان لعان کا پہلا واقعہ ہوا۔ ام المومنین ام سلمیٰ کا دردناک قصۂ ہجرت۔ کلدہ جمحی جیسے گوشت کے پہاڑ کو پچھاڑا۔ مگر وہ اپنے وعدے کے مطابق ایمان نہ لایا۔

ان ہستیوں کے حالات سے استفادہ کیا تو کتنا ہی وقت اس میں مصروف رہا اور ذہن اسی خاص نہج پر مڑ گیا۔ پھر زیدؓ بن الخطاب کی سوانح و سیرت پڑھی تو ابوابِ حیرت کھلتے گئے۔ غرض جس جس جگہ کچھ پڑھا' جی چاہا کہ اس تذکرے کی ضروری باتیں تو تبصرے میں آنی چاہئیں۔ حفیظ کا ایک شعر میرے حافظے نے اگر مسخ نہ کر دیا ہو تو موقع کا ہے ۔

مرا جی چاہتا ہے ' پھر نہ اپنے آپ میں آؤں
اسی آزاد دنیا کی فضا میں جذب ہو جاؤں

واپس تو آ گیا ہوں' مگر افسوس کہ تفصیلات عرض کرنا ممکن نہیں۔

آخر میں یہ دعا کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ جناب مولف' ان کے قارئین' اہلِ ترجمان اور اس کے قارئین اور اس بندۂ کم ہمت و کم کوش کو ایمان سے مالا مال کرے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت دے اور آخرت میں حضورؐ کی شفاعت نصیب ہو ---- اور خاص طور سے صحابہ کرامؓ کے لیے ہمارے دلوں میں کامل محبت و احترام پیدا کرے اور کسی بھی لمحے اگر کوئی کوتاہی کسی بھی صحابی کے متعلق ہوئی ہو' اسے معاف کرے۔

اپیل یہ کہ اس کتاب کو مدارس کی لائبریریوں میں رکھا جائے' اسے طلبہ پڑھیں' اپنے اسلاف اور ماضی کو جانیں۔ نیز اخبارات میں وقتاً" فوقتاً" صحابہؓ کے حالات چھپنے چاہئیں۔ (ن - ص)

کارکن کی یادداشتیں : مرتبہ : محمد شکور ۔ ناشر: حرا پبلی کیشنز' ۲/۱۴ فضل الٰہی مارکیٹ' اردو بازار' لاہور۔ سفید کاغذ پر کمپیوٹرائزڈ طباعت۔ صفحات ۴۷۸۔

ہمارے پرانے ہم قدم و ہم قلم جناب شفیق الاسلام فاروقی نے جماعتِ اسلامی سے متعارف ہونے کے بعد اہم ترین وسیع دور بہ حیثیت کارکن کے گزارا ہے۔ بلکہ انہوں نے جس مجنونانہ انداز میں اس کام کو انجام دیا ہے' اس کی وجہ سے ان کی حیثیت بڑی مثالی ہے۔ انہیں اس جنون سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ وہ "ابھی تو میں جوان ہوں" کے مقام پر ہیں۔ خصوصاً ان کا

دائرۂ کار جس طرح اندرون ملک کے نوجوان ہیں (اور وہ اپنی ضرورت کی صورتوں کو فوراً پہچانتے ہیں) جن سے بس میں، کسی چائے خانے میں، دکان پر، دفتر میں، کہیں بھی ملاقات ہو جاتی ہے تو پھر وہ سلسلۂ روابط کو بڑھاتے ہیں۔ مطلب کی بات چھیڑتے ہیں اور سلسلہ دراز ہوتا جاتا ہے۔ کتابیں پڑھاتے ہیں، کوئی مسئلہ ہو تو حل کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ وہ بالعموم ان کے محبت بھرے سادہ انداز گفتگو اور بغیر ہیر پھیر کے عام استدلال کے دائرے سے نکل نہیں سکتے۔ اسی طرح وہ موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور کوئی بھی راہ ملے، غیر ملکی طلبہ اور سیاحوں سے رابطہ پیدا کر لیتے ہیں اور ان کو دین کا پیغام اور لٹریچر پہنچانے کا آغاز کر دیتے ہیں۔ کتنے ہی غیر مسلم بیرونی ملکوں میں ان کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔ کسی مستشرق کی کتاب دیکھ کر اس پر بحث اٹھادی، کسی اخبار یا رسالے کی اسلام کے بارے میں کسی غلط بیانی کی تردید میں خط لکھ دیا۔ مغرب میں امریکہ کے کالے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے خط و کتابت بلکہ وہاں کی جیلوں میں بھی شفیق الاسلام اور وہاں کی مسلم تنظیموں کی کوششوں سے نہایت تیزی سے قیدی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ کوریا ہو یا جاپان، آسٹریلیا ہو یا فجی اور تائیوان، فلپائن ہو یا گھانا، جہادِ افغانستان (اور اکابرِ جہاد) مصر، شام، الجزائر اور سوڈان --- یہ ساری پھیلی ہوئی سلطنت کارکن کے لیے میدانِ تگ و تاز ہے۔

تفصیلات تو اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی جھلک بھی دکھائی جائے تو ۶، ۸ صفحے درکار ہوں گے۔ البتہ مجملاً" مجھے یہ کہنا ہے کہ ابتداء میں نے اسے ایک رپورتاژ کی حیثیت سے پڑھنا شروع کیا لیکن آگے بڑھتے بڑھتے یہ محسوس ہونے لگا کہ میں تو کوئی ناول پڑھ رہا ہوں جس کے "ہیرو" تو کارکن صاحب ہیں، مگر "ہیروئن" کا پتہ نہیں چلا۔ میرا خیال ہے کہ اس کا رکھنا خلافِ قانون ہے۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ ہمارے ہاں ہیروئن پردہ میں رہتی ہے اور چہرہ بھی کھلا نہیں رکھتی، اور پھر وہ گھر کے ادارے کی کار پرداز ہے۔

کارکن کی آپ بیتی میں بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی کہانیاں ہیں، اور ملکی اور غیر ملکی رابطوں اور ان رابطوں کو نتیجہ خیز بنانے کے ہر سلسلے میں ایک داستان ہے۔ کتاب معلوماتی ہے۔ باہر کے آمدہ، اور کارکن کے روانہ کردہ خطوط جا بجا ملتے ہیں۔ تعلقاتِ کے سلسلوں کا بسا اوقات محض خطوط سے اِدھر سے اُدھر بڑھتے چلے جانا روداد کار کا اہم حصہ ہے۔ اس کے باوجود کتاب میں "لائٹ لٹریچر" یا فکشن جیسی لطافت بھی پائی جاتی ہے۔ فاروقی صاحب نے اتنے خطوط لکھے ہیں اور ان میں یہاں کے ایڈیٹروں اور اکابروں کو لکھے ہوئے خطوط بھی شامل ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا

ہے' ہر نو مسلم سے خط و کتابت اور اس کے سوالات کے جواب بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ پھر ہر ملک کا ذکر کرتے ہوئے اس کی تاریخ اور اسلامی تحریک کا حال' نیز اکابرِ اسلام کے انٹرویو اور ان کے تعارفات بڑے اہم ہیں۔

شفیق الاسلام صاحب اختصاصی کارکن ہیں جن کا ایک خاص دائرہ کار ہے۔ مگر ان کے ہاں سے سیکھنے کی چیز یہ ہے کہ کارکن بننے کے لیے کتنا اخلاص' کتنا سودائے عشق' کتنی سوچ بچار اور محنت درکار ہے۔ اگر اس معیار سے دیکھیں تو شاید ایسے یک صد کارکن بھی ہمارے پاس نہ ہوں۔ پھر بغیر کسی داد طلبی سے خاموشی کے ساتھ جو کام شفیق الاسلام صاحب نے کیا ہے وہ بھی اختصاصی امر ہے۔

میں مزید خراجِ اعتراف پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی سرگرمیوں اور تحریروں میں نہ ٹیڑھ پیدا کیے ہیں' نہ کسی کے خلاف اور کسی کے حق میں زورِ کلام صرف کیا ہے۔ نہ اجتہاد بازیاں کی ہیں۔ بلکہ نظریہ و تحریک کا اس کے اصل رنگ میں' اصل Context کے ساتھ اور اصل ضروریات و مقاصد کے ساتھ کام کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مولانا مودودیؒ کے سایۂ فکر و عمل میں کام کررہے ہیں۔ یہ بڑی زرّیں مثال ہے تحریک اور مولانا سے وفا کی۔ (ن - ص)

سانحۂ بوسنیا: از جناب محمد الیاس انصاری۔ ناشر عبدالحفیظ احمد۔ البدر پبلی کیشنز ۲۳ - راحت مارکیٹ' اردو بازار' لاہور' سفید کاغذ' کمپیوٹرائزڈ طباعت' صفحات ۱۶۷۔ قیمت ۳۹ روپے۔

اس کتاب میں بوسنیا ہرزیگوینا کی تاریخ ترکوں کے حملے سے لے کر اشتراکی یوگوسلاویہ کے قیام تک بیان کی گئی ہے۔

پھر کمیونزم کے خاتمہ سے جمہوری دور کے قیام کا بیان ہے۔

مصیبت کا آغاز مسلمانوں کے اپنے علاقے (بوسنیا) میں آزاد جمہوریہ کے قیام کا فیصلہ کرنے سے ہوا۔ اس خاص تکون کے رہنے والے عیسائی ہوں' یا یورپ کے جمہوریت پرست یا سب سے بڑا جمہوریت نواز امریکہ' سب کو یہ جمہوری عمل اور جمہوری فیصلہ ناپسند ہوا۔ اور سربوں نے حملے شروع کردیے۔

پھر ہتھیاروں اور اغذیہ وادویہ میں کوتاہ بوسنیائیوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ہر امکانی طریقہ سے معرکہ آرائی کی' مگر انہیں نہ صرف پسپا ہونا پڑا بلکہ ان کا سب سے بڑا شہر